

مختصر حالات زندگی حضرت امام حسین علیہ السلام

<?xml encoding="UTF-8">

آپ کی ولادت

حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے بعد چاس راتیں گزریں تھیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کانطفہ وجود بطن مادر میں مستقر ہوا تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ولادت حسن اور استقرار حمل حسین میں ایک طہر کا فاصلہ تھا (اصابہ نزول الابرار واقدی)۔

ابھی آپ کی ولادت نہ ہونے پائی تھی کہ بروایتی ام الفضل بنت حارث نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم کے جسم کا ایک ٹکڑا کپ کر میری آغوش میں رکھا گیا ہے اس خواب سے وہ بہت گھبرائیں اور دوڑی ہوئی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئیں کہ حضور آج ایک بہت برا خواب دیکھا ہے، حضرت نے خواب سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ خواب تو نہایت ہی عمدہ ہے اے ام الفضل کی تعبیر یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری آغوش میں پرورش آئے گا۔

آپ کے ارشاد فرمانے کو تھوڑی ہی عرصہ گزرا تھا کہ خصوصی مدت حمل صرف چھ ماہ گزر کر نورنظر رسول امام حسین بتاریخ ۳ / شعبان ۴ ہجری بمقام مدینہ منورہ بطن مادر سے آغوش مادر میں آگئے۔ (شواہد النبوت ص ۱۳، انوار حسینہ جلد ۳ ص ۲۳ بحوالہ صافی ص ۲۹۸، جامع عباسی ص ۵۹، بحار الانوار و مصاح طوسی ابن نما ص ۲ وغیرہ)۔

ام الفضل کا بیان ہے کہ میں حسب الحکم ان کی خدمت کرتی رہی، ایک دن میں بچہ کولے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے آغوش محبت میں لے کر پیار کیا اور آپ رونے لگے میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے وہ بتلا گئے ہیں کہ یہ بچہ امت کے ہاتھوں نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید ہوگا، اور اے ام الفضل وہ مجھے اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی دے گئے ہیں (مشکوٰۃ جلد ۸ ص ۱۲۰ طبع لاہور)۔

اور مسند امام رضا ص ۳۸ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا دیکھو یہ واقعہ فاطمہ سے کوئی نہ بتلائے ورنہ وہ سخت پریشان ہوں گی، ملا جامی لکھتے ہیں کہ ام سلمہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول خدام میرے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے سرمبارک کے بال بکھرے ہوئے تھے، اور چہرہ پر گرد پڑی ہوئی تھی، میں نے اس پریشانی کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے فرمایا مجھے ابھی ابھی جبرئیل عراق کے مقام کربلا میں لے گئے تھے وہاں میں نے جائے قتل حسین دیکھی ہے اور یہ مٹی لایا ہوں اے ام سلمہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو جب یہ خون ہو جائے تو سمجھنا کہ میرا حسین شہید ہو گیا۔ الخ (شواہد النبوت ص ۱۷۴)۔

آپ کا اسم گرامی

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد سرور کائنات صلعم نے امام حسین کی آنکھوں میں لعاب دہن

لگایا اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے کر بڑی دیر تک چسایا، اس کے بعد دہانے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، پھر دعائے خیر فرما کر حسین نام رکھا (نورالابصار ص ۱۱۳)۔

علماء کا بیان ہے کہ یہ نام اسلام سے پہلے کسی کا بھی نہیں تھا، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نام خود خداوند عالم کا رکھا ہوا ہے (ارجح المطالب و روضۃ الشهداء ص ۲۳۶)۔

کتاب اعلام الوری طبرسی میں ہے کہ یہ نام بھی دیگر آئمہ کے ناموں کی طرح لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

آپ کا عقیقہ

امام حسین کا نام رکھنے کے بعد سرور کائنات نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ بیٹی جس طرح حسن کا عقیقہ کیا گیا ہے اسی طرح اسی کے عقیقہ کا بھی انتظام کرو، اور اسی طرح بالوں کے ہم وزن چاندی تصدق کرو، جس طرح اس کے بھائی حسن کے لیے کرچکی ہو، الغرض ایک مینڈھا منگوا یا گیا، اور رسم عقیقہ ادا کر دی گئی (مطالب السؤل ص ۲۲۱)۔

بعض معاصرین نے عقیقہ کے ساتھ ختنہ کا ذکر کیا ہے جو میرے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ امام کا مختون پیدا ہونا مسلمات سے ہے۔

کنیت والقباب

آپ کی کنیت صرف ابو عبد اللہ تھی، البتہ القاب آپ کے بے شمار ہیں جن میں سید و صبط اصغر، شہید اکبر، اور سید الشهداء زیادہ مشہور ہیں۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ سبط اور سید خود رسول کریم کے معین کردہ القاب ہیں (مطالب السؤل ص ۳۱۲)۔

آپ کی رضاعت

اصول کافی باب مولد الحسین ص ۱۱۴ میں ہے کہ امام حسین نے پیدا ہونے کے بعد نہ حضرت فاطمہ زہرا کا شیر مبارک نوش کیا اور نہ کسی اور دہائی کا دودھ پیا، ہوتا یہ تھا کہ جب آپ بھوکے ہوتے تھے تو سرور کائنات تشریف لاکر زبان مبارک دہن اقدس میں دے دیتے تھے اور امام حسین اسے چوسنے لگتے تھے، یہاں تک کہ سیر و سیر آب ہو جاتے تھے، معلوم ہونا چاہئے کہ اسی سے امام حسین کا گوشت پوست بنا اور لعاب دہن رسالت سے حسین پرورش پا کر کار رسالت انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے یہی وجہ ہے کہ آپ رسول کریم سے بہت مشابہ تھے (نورالابصار ص ۱۱۳)۔

خداوند عالم کی طرف سے ولادت امام حسین کی تہنیت اور تعزیت

علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسین کی ولادت کے بعد خلاق عالم نے جبرئیل کو حکم دیا کہ

زمین پر جاکر میرے حبیب محمد مصطفیٰ کو میری طرف سے حسین کی ولادت پر مبارک بادد یدو اور ساتھ ہی ساتھ ان کی شہادت عظمیٰ سے بھی مطلع کر کے تعزیت ادا کر دو، جناب جبرئیل بحکم رب جلیل زمین پر وارد ہوئے اور انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں شہادت حسینی کی تعزیت بھی منجانب اللہ ادا کی جاتی ہے، یہ سن کر سرور کائنات کاماتھا ٹھنکا اور آپ نے پوچھا، جبرئیل ماجرا کیا ہے تہنیت کے ساتھ تعزیت کی تفصیل بیان کرو، جبرئیل نے عرض کی کہ مولایک وہ دن ہوگا جس دن آپ کے چہیتے فرزند ”حسین“ کے گلوئے مبارک پر خنجر آبدار رکھا جائے گا اور آپ کا یہ نور نظریے یار و مددگار میدان کربلا میں یکہ و تنہا تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگا یہ سن کر سرور عالم محو گریہ ہو گئے آپ کے رونے کی خبر جو نہی امیر المومنین کو پہنچی وہ بھی رونے لگے اور عالم گریہ میں داخل خانہ سیدہ ہو گئے۔

جناب سیدہ نے جو حضرت علی کو روٹا دیکھا دل بے چین ہو گیا، عرض کی ابوالحسن رونے کا سبب کیا ہے فرمایا بنت رسول ابھی جبرئیل آئے ہیں اور وہ حسین کی تہنیت کے ساتھ اس کی شہادت کی بھی خبر دے گئے ہیں حالات سے باخبر ہونے کے بعد فاطمہ کے گریہ گلو گریہ ہو گیا، آپ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی باباجان یہ کب ہوگا، فرمایا جب میں نہ ہوں گانہ تو ہوگی نہ علی ہوں گے نہ حسن ہوں گے فاطمہ نے پوچھا بابا میرا بچہ کس خطا پر شہید ہوگا فرمایا فاطمہ بالکل بے جرم و خطا صرف اسلام کی حمایت میں شہادت ہوگی، فاطمہ نے عرض کی باباجان جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا تو پھر اس پر گریہ کون کرے گا اور اس کی صف ماتم کون بچھائے گا، راوی کا بیان ہے کہ اس سوال کا حضرت رسول کریم ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ہاتف غیبی کی آواز آئی، اے فاطمہ غم نہ کرو تمہارے اس فرزند کا غم ابدالآباد تک منایا جائے گا اور اس کاماتم قیامت تک جاری رہے گا ایک روایت میں ہے کہ رسول خدانے فاطمہ کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ خدا کچھ لوگوں کو ہمیشہ پیدا کرتا رہے گا جس کے بوڑھے بوڑھوں پر اور جوان جوانوں پر اور بچے بچوں پر اور عورتیں عورتوں پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔

فطرس کا واقعہ

علامہ مذکور بحوالہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ اسی تہنیت کے سلسلہ میں جناب جبرئیل بے شمار فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف آرہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر زمین کے ایک غیر معروف طبقہ پر پڑی دیکھا کہ ایک فرشتہ زمین پر پڑا ہوا زار و قطار رو رہا ہے آپ اس کے قریب گئے اور آپ نے اس سے ماجرا پوچھا اس نے کہا اے جبرئیل میں وہی فرشتہ ہوں جو پہلے آسمان پر ستر ہزار فرشتوں کی قیادت کرتا تھا میرا نام فطرس ہے جبرئیل نے پوچھا تجھے کس جرم کی یہ سزاملی ہے اس نے عرض کی، مرضی معبود کے سمجھنے میں ایک پل کی دیر کی تھی جس کی یہ سزا بھگت رہا ہوں بال و پر جل گئے ہیں یہاں کنج تنہائی میں پڑا ہوں۔

اے جبرئیل خدا را میری کچھ مدد کرو ابھی جبرئیل جواب نہ دینے پائے تھے کہ اس نے سوال کیا اے روح الامین آپ کہاں جارہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام حسین ہے میں خدا کی طرف سے اس کی ادائے تہنیت کے لیے جا رہا ہوں، فطرس نے عرض کی اے جبرئیل خدا کے لیے مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلو مجھے اسی درسے شفا اور نجات مل سکتی ہے جبرئیل اسے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب کہ امام حسین آغوش رسول میں جلوہ فرماتھے جبرئیل نے عرض حال کیا، سرور کائنات نے فرمایا کہ فطرس کے جسم کو حسین کے بدن سے مس کر دو، شفا ہو جائے گی جبرئیل

نے ایسا ہی کیا اور فطرس کے بال وپراسی طرح روئیدہ ہو گئے جس طرح پہلے تھے ۔
 وہ صحت پانے کے بعد فخر و مہابا ت کرتا ہوا اپنی منزل ”اصلی“ آسمان سوم پر جا پہنچا اور مثل سابق ستر ہزار فرشتوں کی قیادت کرنے لگا ، بعد از شہادت حسین چوں برآں قضیہ مطلع شد ” یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جس میں امام حسین نے شہادت پائی اور اسے حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے بارگاہ احدیت میں عرض کی مالک مجھے اجازت دی جائے کہ میں زمین پر جا کر دشمنان حسین سے جنگ کروں ارشاد ہوا کہ جنگ کی ضرورت نہیں البتہ تو ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر جا اور ان کی قبر مبارک پر صبح و شام گریہ ماتم کیا کر اور اس کا جو ثواب ہو اسے ان کے رونے والوں کے لیے بہہ کر دے چنانچہ فطرس زمین کربلا پر جا پہنچا اور تا قیام قیامت شب و روز روتا رہے گا (روضۃ الشہداء ص ۲۳۶ تا ص ۲۳۸ طبع بمبئی ۱۳۸۵ ھ وغنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی)۔

امام حسین سینہ رسول پر

صحابی رسول ابوہریرہ راوی حدیث کا بیان ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے کہ رسول کریم لیٹے ہوئے اور امام حسین نہایت کمسنی کے عالم میں ان کے سینہ مبارک پر ہیں ، ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے فرماتے ہیں اے حسین تو میرے سینے پر کود چنانچہ امام حسین آپ کے سینہ مبارک پر کودنے لگے اس کے بعد حضور صلعم نے امام حسین کا منہ چوم کر خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پالنے والے میں اسے بے حد چاہتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ ، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت امام حسین کا لعاب دہن اور ان کی زبان اس طرح چوستے تھے جس طرح کجھور کوئی چوسے (ارجح المطالب ص ۳۵۹ و ص ۳۶۱ ، استیعاب ج ۱ ص ۱۲۴ ، اصابہ جلد ۲ ص ۱۱ ، کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۴ ، کنوز الحقائق ص ۵۹) ۔

جنت کے کپڑے اور فرزند ان رسول کی عید

امام حسن اور امام حسین کا بچپنا ہے عید آنے والی ہے اور ان اسخیائے عالم کے گھر میں نئے کپڑے کا کیا ذکر پرانے کپڑے بلکہ نان جویں تک نہیں ہے بچوں نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں مادر گرامی اطفال مدینہ عید کے دن زرق برق کپڑے پہن کر نکلیں گے اور ہمارے پاس بالکل لباس نونہیں ہے ہم کس طرح عید منائیں گے ماں نے کہا بچو گھبراؤ نہیں ، تمہارے کپڑے درزی لائے گا عید کی رات آئی بچوں نے ماں سے پھر کپڑوں کا تقاضا کیا ، ماں نے وہی جواب دے کر نونہالوں کو خاموش کر دیا۔

ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک شخص نے دق الباب کیا ، دروازہ کھٹکھٹایا فضا دروازہ پر گئیں ایک شخص نے ایک بقچہ لباس دیا ، فضا نے سیدئہ عالم کی خدمت میں اسے پیش کیا اب جو کھولا تو اس میں دو چھوٹے چھوٹے عمامے دو قبائیں ، دو عبائیں غرضیکہ تمام ضروری کپڑے موجود تھے ماں کا دل باغ باغ ہو گیا وہ تو سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنت سے آئے ہیں لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا بچوں کو جگایا کپڑے دئیے صبح ہوئی بچوں نے جب کپڑوں کے رنگ کی طرف توجہ کی تو کہ مادر گرامی یہ تو سفید کپڑے ہیں اطفال مدینہ رنگین کپڑے پہننے ہوں گے ، امام جان ہمیں رنگین کپڑے چاہئیں ۔

حضور انور کو اطلاع ملی ، تشریف لائے ، فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے کپڑے ابھی ابھی رنگین ہو جائیں گے اتنے میں جبرئیل آفتابہ لیے ہوئے آہنچے انہوں نے پانی ڈالا محمد مصطفیٰ کے ارادے سے کپڑے سبز اور سرخ ہو گئے

سبز جوڑا حسن نے پہناسرخ جوڑا حسین نے زیب تن کیا، ماں نے گلے لگالیا باپ نے بوسے دئیے نانا نے اپنی پشت پرسوار کر کے مہار کے بدلے زلفیں ہاتھوں میں دیدیں اور کہا، میرے نونہالو، رسالت کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہے جدھر چاہو موڑ دو اور جہاں چاہو لے چلو (روضۃ الشهداء ص ۱۸۹ بحار الانوار)۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ سرور کائنات بچوں کو پشت پر بٹھا کر دونوں ہاتھوں اور پیروں سے چلنے لگے اور بچوں کی فرمائش پر اونٹ کی آواز منہ سے نکالنے لگے (کشف المحجوب)۔

امام حسین کا سردار جنت ہونا

پیغمبر اسلام کی یہ حدیث مسلمات اور متواترات سے ہے کہ ”الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنة وابوہما خیر منہما“ حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگواران دنوں سے بہتر ہیں (ابن ماجہ) صحابی رسول جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سرور کائنات صلعم کو بے انتہا مسرور دیکھ کر پوچھا حضور، افراط مسرت کی کیا وجہ ہے فرمایا اے حذیفہ آج ایک ایسا ملک نازل ہوا ہے جو میرے پاس اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا اس نے مجھے میرے بچوں کی سرداری جنت پر مبارک دی ہے اور کہا ہے کہ ”ان فاطمة سيدة نساء اہل الجنة وان الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنة“ فاطمة جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنین جنت کے مردوں کے سردار ہیں (کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۷، تاریخ الخلفاء ۱۲۳، اسد الغابہ ص ۱۲، اصابہ جلد ۲ ص ۱۲، ترمذی شریف، مطالب السؤل ص ۲۴۲، صواعق محرقہ ص ۱۱۴)۔

اس حدیث سے سیادت علویہ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا قطع نظر اس سے کہ حضرت علی میں مثل نبی سیادت کا ذاتی شرف موجود تھا اور خود سرور کائنات نے بار بار آپ کی سیادت کی تصدیق سید العرب، سید المتقین، سید المومنین وغیرہ جیسے الفاظ سے فرمائی ہے حضرت علی کا سرداران جنت امام حسن اور امام حسین سے بہتر ہونا واضح کرتا ہے کہ آپ کی سیادت مسلم ہی نہیں بلکہ بہت بلند درجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک جملہ اولاد علی سید ہیں یہ اوریات ہے کہ بنی فاطمہ کے برابر نہیں ہیں۔

امام حسین عالم نماز میں پشت رسول پر

خدانے جو شرف امام حسن اور امام حسین کو عطا فرمایا ہے وہ اولاد رسول اور فرزندان علی میں آل محمد کے سوا کسی کو نصیب نہیں ان حضرات کا ذکر عبادت اور ان کی محبت عبادت، یہ حضرات اگر پشت رسول پر عالم نماز میں سوار ہو جائیں، تو نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ نونہالان رسالت پشت پر عالم نماز میں سوار ہو جایا کرتے تھے اور جب کوئی منع کرنا چاہتا تھا تو آپ اشارہ سے روک دیا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ سجدہ میں اس وقت تک مشغول ذکر رہا کرتے تھے جب تک بچے آپ کی پشت سے خود نہ اتر آئیں آپ فرمایا کرتے تھے خدایا میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر؟ کبھی ارشاد ہوتا تھا اے دنیا والو! اگر مجھے دوست رکھتے ہو تو میرے بچوں سے بھی محبت کرو (اصابہ ص ۱۲ جلد ۲ و مستدرک امام حاکم و مطالب السؤل ص ۲۲۳)۔

حدیث حسین منی

سرور کائنات نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے دنیا والو! بس مختصر یہ سمجھ لو کہ ”حسین منی وانا من الحسین“ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خدا اسے دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے (مطالب السؤل ص ۲۲۲، صواعق محرقہ ص ۱۱۴، نورالابصار ص ۱۱۳، صحیح ترمذی جلد ۶ ص ۳۰۷، مستدرک امام حاکم جلد ۳ ص ۱۷۷ و مسند احمد جلد ۴ ص ۹۷۲، اسد الغابہ جلد ۲ ص ۹۱، کنز العمال جلد ۲ ص ۲۲۱)۔

مکتوبات

باب جنت سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شب معراج جب میں سیر آسمانی کرتا ہوا جنت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ باب جنت پرسونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے۔
”لا الہ الا اللہ محمد حبیب اللہ علی ولی اللہ وفاطمة امة اللہ والحسن والحسين صفوة اللہ ومن ابغضهم لعنہ اللہ“
ترجمہ : خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں علی، اللہ کے ولی ہیں۔ فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں، حسن اور حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ان سے بغض رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے (ارجح المطالب باب ۳ ص ۳۱۳ طبع لاہور ۱۲۵۱)

امام حسین اور صفات حسنہ کی مرکزیت

یہ تو معلوم ہی ہے کہ امام حسین حضرت محمد مصطفیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علی و فاطمہ کے بیٹے اور امام حسن کے بھائی تھے اور انہیں حضرات کو پنتن پاک کہا جاتا ہے اور امام حسین پنجن کے آخری فرد ہیں یہ ظاہر ہے کہ آخر تک رہنے والے اور ہر دور سے گزرنے والے کے لیے اکتساب صفات حسنہ کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، امام حسین ۳/ شعبان ۴ ہجری کو پیدا ہو کر سرور کائنات کی پرورش و پرداخت اور آغوش مادر میں رہے اور کسب صفات کرتے رہے، ۲۸/ صفر ۱۱ ہجری کو جب آنحضرت شہادت پا گئے اور ۳/ جمادی الثانیہ کو ماں کی برکتوں سے محروم ہو گئے تو حضرت علی نے تعلیمات الہیہ اور صفات حسنہ سے بہرہ ور کیا، ۲۱/ رمضان ۴۰ ہجری کو آپ کی شہادت کے بعد امام حسن کے سرپرذمہ داری عائد ہوئی، امام حسن ہر قسم کی استمداد و استعانت خاندانی اور فیضان باری میں برابر کے شریک رہے، ۲۸/ صفر ۵۰ ہجری کو جب امام حسن شہید ہو گئے تو امام حسین صفات حسنہ کے واحد مرکز بن گئے، یہی وجہ ہے کہ آپ میں جملہ صفات حسنہ موجود تھے اور آپ کے طرز حیات میں محمد و علی و فاطمہ اور حسن کا کردار نمایاں تھا اور آپ نے جو کچھ کیا قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا، کتب مقاتل میں ہے کہ کربلا میں حب امام حسین رخصت آخری کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینب نے فرمایا تھا کہ اے خامس آل عبا آج تمہاری جدائی کے تصور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ، فاطمہ الزہراء، حسن مجتبیٰ ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

حضرت عمر کا اعتراف

شرف آل محمد عہد عمری میں اگرچہ پیغمبر اسلام کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اور لوگ محمد مصطفیٰ کی خدمت اور تعلیمات کو پس پشت ڈال چکے تھے لیکن پھر بھی کبھی کبھی ”حق بر زبان جاری“ کے مطابق عوام سچی باتیں سن ہی لیا کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر منبر رسول پر خطبہ فرما رہے تھے ناگاہ حضرت امام حسین کا ادھر سے گزر ہوا آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت عمر کی طرف مخاطب ہو کر بولے ”انزل عن منبرابی“ میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے اور جائیے اپنے باپ کے منبر پر بیٹھے آپ نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے اس کے بعد منبر سے اتر کر امام حسین کو اپنے ہمراہ گھر لے گئے اور وہاں پہنچ کر پوچھا کہ صاحب زادے تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے سے کہا ہے، مجھے کسی نے سکھایا نہیں اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، کبھی کبھی آیا کرو آپ نے فرمایا بہتر ہے ایک دن آپ تشریف لے گئے تو حضرت عمر کو معاویہ سے تنہائی میں محو گفتگو پا کر واپس چلے گئے۔۔۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمر کو ہوئی تو انہوں نے محسوس کیا اور راستے میں ایک دن ملاقات پر کہا کہ آپ واپس کیوں چلے آئے تھے فرمایا کہ آپ محو گفتگو تھے اس لیے میں نے عبداللہ (ابن عمر) کے ہمراہ واپس آیا حضرت عمر نے کہا کہ ”فرزند رسول میرے بیٹے سے زیادہ تمہارا حق ہے“ فانما انت ماتری فی روسناللہ ثم انتم“ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ میرا وجود تمہارے صدقہ میں ہے اور میرا رواں تمہارے طفیل سے اگا ہے (اصابة ج ۲ ص ۲۵، کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۷، ازالة الخفاء)۔

ابن عمر کا اعتراف

شرف حسینی ابن حریب راوی ہیکہ ایک دن عبداللہ ابن عمر خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے ابن عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسین اہل آسمان کے نزدیک تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔

کرم حسین کی ایک مثال

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر آیت ”علم آدم الاسماء کلہا“ لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے خدمت امام حسین میں حاضر ہو کر کچھ مانگا اور کہا کہ میں نے آپ کے جد نامدار سے سنا ہے کہ جب کچھ مانگنا ہو تو چار قسم کے لوگوں سے مانگو : ۱۔ شریف عرب سے ۲۔ کریم حاکم سے ۳۔ حامل قرآن سے ۴۔ حسین شکل والے سے ۔

میں آپ آپ میں یہ جملہ صفات پاتا ہوں اس لیے مانگ رہا ہوں آپ شریف عرب ہیں آپ کے نانا عربی ہیں آپ کریم ہیں، کیونکہ آپ کی سیرت ہی کرم ہے، قرآن پاگ آپ کے گھر میں نازل ہوا ہے آپ صبیح وحسین ہیں، رسول خدا کا ارشاد ہے کہ جو مجھے دیکھنا چاہے وہ حسن اور حسین کو دیکھے، لہذا عرض ہے کہ مجھے عطیہ سے

سرفراز فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ جدنا مدارنے فرمایا ہے کہ ”المعروف بقدر المعرفة“ معرفت کے مطابق عطیہ دینا چاہئے، تو میرے سوالات کا جواب دے۔ بتا:

سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ پر ایمان لانا۔ ۲۔ ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے؟ اس نے کہا اللہ پر بھروسہ کرنا۔ ۳۔ مردکی زینت کیا ہے؟ کہا ”علم معہ حلم“ ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو، آپ نے فرمایا درست ہے اس کے بعد آپ ہنس پڑے۔ ورمی بالصرة الیہ اور ایک بڑا کیسہ اس کے سامنے ڈال دیا۔ (فضائل الخمسة من الصحاح الستہ جلد ۳ ص ۲۶۸)۔

امام حسین کی نصرت کے لیے رسول کریم کا حکم

انس بن حارث کا بیان ہے جو کہ صحابی رسول اور اصحاب صفہ میسے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دن رسول خدا کی گود میں تھے اور وہ ان کو پیار کر رہے تھے، اسی دوران میں فرمایا، ان ابنی ہذا یقتل بارض یقال لہا کربلاء فمن شہد ذالک منکم فلینصرہ“ کہ میرا یہ فرزند حسین اس زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے دیکھو تم میں سے اس وقت جو بھی موجود ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ اصل راوی اور چشم دید گواہ انس بن حارث جو کہ اس وقت موجود تھے وہ امام حسین کے ہمراہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے (اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۲۳ و ۳۲۹، اصابہ جل ۱ ص ۶۸، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۲۳، ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۱۲۶)۔

امام حسین علیہ السلام کی عبادت

علماء و مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زبردست عبادت گزار تھے آپ شب و روز میں بے شمار نمازیں پڑھتے تھے اور انواع و اقسام عبادات سے سرفراز ہوتے تھے آپ نے پچس حج پاپیادہ کئے اور یہ تمام حج زمانہ قیام مدینہ منورہ میں فرمائے تھے، عراق میں قیام کے دوران آپ کو اموی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے کسی حج کا موقع نہیں مل سکا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۷)۔

امام حسین کی سخاوت

مسند امام رضا ص ۳۵ میں ہے کہ سخی دنیا کے لوگوں کے سردار اور متقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں امام حسین سخی ایسے تھے جن کی نظیر نہیں اور متقی ایسے تھے کہ جن کی مثال نہیں، علماء کا بیان ہے کہ اسامہ ابن زید صحابی رسول علیل تھے امام حسین انہیں دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد رنجیدہ ہیں، پوچھا، ائے میرے نانا کے صحابی کیا بات ہے ”واغماء“ کیوں کہتے ہو، عرض کی مولا، ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اسے میں ادا کر دوں گا چنانچہ آپ نے ان کی زندگی میں ہی انہیں قرضے کے بارے میں سبکدوش فرمادیا۔

ایک دفعہ ایک دیہاتی شہر میں آیا اور اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے امام حسین کا نام لیا، اس نے حاضر خدمت ہو کر بذریعہ اشعار سوال کیا، حضرت نے چار ہزار اشرفیاں

عنایت فرمادیں، اس نے شعیب خزاعی کا کہنا ہے کہ شہادت امام حسین کے بعد آپ کی پشت پر باربرداری کے گھٹے دیکھے گئے جس کی وضاحت امام زین العابدین نے یہ فرمائی تھی کہ آپ اپنی پشت پر لاد کر اشرفیاں اور غلوں کے گٹھربیاواں اور یتیموں کے گھرات کے وقت پہنچایا کرتے تھے کتابوں میں ہے کہ آپ کے ایک غیر معصوم فرزند کو عبدالرحمن سلمی نے سورہ حمد کی تعلیم دی، آپ نے ایک ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار قیمتی خلعتیں عنایت فرمائیں (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۷۴)۔

امام شلبجی اور علامہ محمد ابن طلحہ شافعی نے نور الابصار اور مطالب السؤل میں ایک اہم واقعہ آپ کی صفت سخاوت کے متعلق تحریر کیا ہے جسے ہم امام حسن کے حال میں لکھ آئے ہیں کیونکہ اس واقعہ سخاوت میں وہ بھی شریک تھے۔

جنگ صفین میں امام حسین کی جدوجہد

اگرچہ مورخین کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ امام حسین عہد امیر المومنین کے ہر معرکہ میں موجود رہے، لیکن محض اس خیال سے کہ یہ رسول اکرم کی خاص امانت ہیں انہیں کسی جنگ میں لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی (نور الحسینہ ص ۲۴)۔

لیکن علامہ شیخ مہدی مازندرانی کی تحقیق کے مطابق آپ نے بندش آپ توڑنے کے لیے مقام صفین میں نبر آزمائی فرمائی تھی (شجرئہ طوبی طبع نجف اشرف ۱۳۵۲ ھ و بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۷ طبع ایران)۔ علامہ باقر خراسانی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر امام حسین کے ہمراہ حضرت عباس بھی تھے (کبریٰ الاحمر ص ۲۵ و ذکر العباس ص ۲۶)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام گرداب مصائب میں

واقعہ کربلا کا آغاز حضرت امام حسین علیہ السلام جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی زندگی کے آخری لمحات سے لے کر امام حسن کی حیات کے آخری ایام تک بحر مصائب و آلام کے ساحل سے کھیلے ہوئے زندگی کے اس عہد میں داخل ہوئے جس کے بعد آپ کے علاوہ پنجتن میں کوئی باقی نہ رہا تو آپ کا سفینہ حیات خود گرداب مصائب میں آگیا امام حسن کی شہادت کے بعد سے معاویہ کی تمام تر جدوجہد یہی رہی کہ کسی طرح امام حسین کا چراغ زندگی بھی اسی طرح گل کر دے، جس طرح حضرت علی اور امام حسن کی شمع حیات بجھا چکا ہے اور اس کے لیے وہ ہر قسم کا داؤں کرتا رہا اور اس سے کام مقصد صرف یہ تھا کہ یزید کی خلافت کے منصوبہ کو پروان چڑھائے، بالآخر اس نے ۵۶ء میں ایک ہزار کی جمیعت سمیت یزید کے لیے بیعت لینے کی غرض سے حجاز کا سفر اختیار کیا اور مدینہ منورہ پہنچا۔

وہاں امام حسین سے ملاقات ہوئی اس نے بیعت یزید کا ذکر کیا، آپ نے صاف لفظوں میں اس کی بدکرداری کا حوالہ دے کر انکار کر دیا، معاویہ کو آپ کا انکار کھلاتو بہت زیادہ لیکن چندالٹے سیدھے الفاظ کہنے کے سوا اور کچھ کرنے سکا اس کے بعد مدینہ اور پھر مکہ میں بیعت یزید لے کر شام کو واپس چلا گیا۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے جب مدینہ میں بیعت کا سوال اٹھایا تو حسین بن علی، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن

عمر، عبداللہ بن زبیر نے بیعت یزید سے انکار کر دیا اس نے بڑی کوشش کی لیکن یہ لوگ نہ مانے اور رفع فتنہ کے لیے امام حسین کے علاوہ سب مدینہ سے چلے گئے ۔

معاویہ ان کے پیچھے مکہ پہنچا اور وہاں ان پر دباؤ ڈالا لیکن کامیاب نہ ہوا، آخر کار شام واپس چلا گیا (روضۃ الشهداء ص ۲۳۲) ۔

معاویہ بڑی تیزکی ساتھ بیعت لیتا رہا اور بقول علامہ ابن قتیبہ اس سلسلہ میں اس نے ٹکوں میں لوگوں کے دین بھی خرید لیے، الغرض رجب ۶۰ھ میں معاویہ رخت سفر باندھ کر دنیا سے چلا گیا، یزید جو اپنے باپ کے مشن کو کامیاب کرنا ضروری سمجھتا تھا سب سے پہلے مدینہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس نے وہاں کے والی ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر سے میری بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کریں تو ان کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے، ابن عقبہ نے مروان سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ سب بیعت کر لیں گے لیکن امام حسین ہرگز بیعت نہ کریں گے اور تجھے ان کے ساتھ پوری سختی کا برتاؤ کرنا پڑے گا۔ صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ ولید نے ایک شخص (عبدالرحمن بن عمر بن عثمان) کو امام حسین اور ابن زبیر کو بلانے کے لیے بھیجا، قاصد جس وقت پہنچا دونوں مسجد میں محو گفتگو تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم چلو ہم آتے ہیں، قاصد واپس چلا گیا اور یہ دونوں آپ میں بلانے کے سبب پر تبادلہ خیالات کرنے لگے امام حسین نے فرمایا کہ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ معاویہ نے انتقال کیا اور یہ ہمیں بیعت یزید کے لیے بلارہا ہے ابھی یہ حضرات جانے نہ پائے تھے کہ قاصد پہرا گیا اور اس نے کہا کہ ولید آپ حضرات کے انتظار میں ہے امام حسین نے فرمایا کہ جلدی کیا ہے جا کر کہہ دو کہ ہم تھوڑی دیر میں آجائیں گے ۔

اس کے بعد امام حسین دولت سرامیں تشریف لائے اور ۳۰ بہادروں کو ہمراہ لے کر ولید سے ملنے کا قصد فرمایا آپ داخل دربار ہو گئے اور بہادران بنی ہاشم بیرون خانہ درباری حالات کا مطالعہ کرتے رہے ولید نے امام حسین کی مکمل تعظیم کی اور خبر مرگ معاویہ سنانے کے بعد بیعت کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ مسئلہ سوچ بچار کا ہے تم لوگوں کو جمع کرو اور مجھے بھی بلالو میں ”علی روس الاشہاد“ یعنی عام مجمع میں اظہار خیال کروں گا۔ ولید نے کہا بہتر ہے، پھر کل تشریف لائے گا ابھی آپ جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ مروان بول اٹھا اے ولید اگر حسین اس وقت تیرے قبضہ سے نکل گئے تو پھر بات نہ آئیں گے ان کو اسی وقت مجبور کر دے اور ابھی ابھی بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کریں تو حکم یزید کے مطابق سرتن سے اتار لے یہ سننا تھا کہ امام حسین کو جلال آگیا آپ نے فرمایا ”یا بن الزرقا“ کس میں دم ہے کہ حسین کو ہاتھ لگا سکے، تجھے نہیں معلوم کہ ہم آل محمد ہیں فرشتے ہمارے گھروں میں آتے رہتے ہیں ہمیں کیونکر مجبور کیا جاسکتا ہے کہ ہم یزید جیسے فاسق و فاجر اور شرابی کی بیعت کر لیں، امام حسین کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بہادران بنی ہاشم داخل دربار ہو گئے اور قریب تھا کہ زبردست ہنگامہ برپا کر دیں لیکن امام حسین نے انہیں سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا اس کے بعد امام حسین واپس دولت سرائے تشریف لے گئے ولید نے سارا واقعہ یزید کو لکھ کر بھیج دیا اس نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے جواب میں امام حسین کا سر بھیج دو، ولید نے یزید کا خط امام حسین کے پاس بھیج کر کہا ابھیجا کہ فرزند رسول، میں یزید کے کہنے پر کسی صورت سے عمل نہیں کر سکتا لیکن آپ کو باخبر کرتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ یزید آپ کے خون بہانے کے درپے ہے۔

امام حسین نے صبر کے ساتھ حالات پر غور کیا اور نانا کے روضہ پر جا کر درد دل بیان فرمایا اور بے انتہا روئے، صبح صادق کے قریب مکان واپس آئے دوسری رات کو پھر روضہ رسول پر تشریف لے گئے اور مناجات کے بعد روتے روتے سو گئے

خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپ حسین کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے نور نظر عنقریب امت تمہیں شہید کر دے گی بیٹا تم بھوکے پیاسے ہو گے تم فریاد کرتے ہو گے اور کوئی تمہاری فریاد رسی نہ کرے گا امام حسین کی آنکھ کھل گئی آپ دولت سرا واپس تشریف لائے اور اپنے اعزا کو جمع کر کے فرمانے لگے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں مدینہ کو چھوڑ دوں، ترک وطن کا فیصلہ کرنے کے بعد روضہ امام حسن اور مزار جناب سیدہ پر تشریف لے گئے بھائی سے رخصت ہوئے ماں کو سلام کیا قبر سے جواب سلام آیا، نانا کے روضہ پر رخصت آخری کے لیے تشریف لے گئے روتے روتے سو گئے سرور کائنات نے خواب میں صبر کی تلقین کی اور فرمایا بیٹا ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔

علماء کا بیان ہے کہ امام حسین ۲۸ / رجب ۶۰ ہ یوم سہ شنبہ کو مدینہ منورہ سے بارادہ مکہ معظمہ روانہ ہوئے علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ ”نفر لمکتہ خوفا علی نفسہ“ امام حسین جان کے خوف سے مکہ تشریف لے گئے (صواعق محرقہ ص ۲۷)۔

آپ کے ساتھ تمام مخدرات عصمت و طہارت اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے البتہ آپ کی ایک صاحبزادی جن کا نام فاطمہ صغریٰ تھا اور جن کی عمر اس وقت ۷ / سال تھی بوجہ علالت شدیدہ ہمراہ نہ جاسکیں امام حسین نے آپ کی تیمارداری کے لیے حضرت عباس کی ماں جناب ام البنین کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا اور کچھ فریضہ خدمت ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کر دیا تھا، آپ ۳ / شعبان ۶۰ ہ یوم جمعہ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے آپ کے پہنچتے ہی والی مکہ سعید ابن عاص مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اور وہاں سے یزید کو مکہ کے تمام حالات لکھے اور بتایا کہ لوگوں کا رجحان امام حسین کی طرف اس تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کا جواب نہیں، یزید نے یہ خبر پاتے ہی مکہ میں قتل حسین کی سازش پر غور کرنا شروع کر دیا۔

امام حسین مکہ معظمہ میں چار ماہ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ مقیم رہے یزید جو بہر صورت امام حسین کو قتل کرنا چاہتا تھا اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حسین اگر مدینہ سے بچ کر نکل گئے ہیں تو مکہ میں قتل ہو جائیں اور اگر مکہ سے بچ نکلیں تو کوفہ پہنچ کر شہید ہو سکیں، یہ انتظام کیا کہ کوفہ سے ۱۲ ہزار خطوط دوران قیام مکہ میں بھیجوائے کیونکہ دشمنوں کو یہ یقین تھا کہ حسین کوفہ میں آسانی سے قتل کئے جاسکیں گے، نہ یہاں کے باشندوں میں عقیدہ کا سوال ہے اور نہ عقیدت کا یہ فوجی لوگ ہیں ان کی عقلیں بھی موٹی ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شہادت حسین سے قبل جب تک جتنے افسر بھیجے گئے وہ محض اس غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ حسین کو گرفتار کر کے کوفہ لے جائیں (کشف الغمہ ص ۶۸)۔

اور ایک عظیم لشکر مکہ میں شہید کئے جانے کے لیے ارسال کیا اور ۳۰ / خارجیوں کو حاجیوں کے لباس میں خاص طور پر پہنچا دیا جس کا قائد عمر ابن سعد تھا (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۱، منتخب طریحی خلاصۃ المصائب ص ۱۵۰، ذکر العباس ص ۱۲۲)۔

عبد الحمید خان ایڈیٹر رسالہ مولوی دہلی لکھتے ہیں کہ ”اس کے علاوہ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ ایام حج میں تین سوشامیوں کو بھیج دیا گیا کہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہو جائیں اور جہاں جس حال میں بھی حضرت امام حسین کو پائیں قتل کر ڈالیں (شہید اعظم ص ۷۱)۔

خطوط جو کوفہ سے آئے تھے انہیں شرعی رنگ دیا گیا تھا اور وہ ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے جن سے امام حسین متعارف تھے شاہ عبدالعزیز دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خطوط ”من کل طائفة و جماعة“ برطائفہ اور جماعت کی طرف سے بھیجوائے گئے تھے (سر الشہادتین ص ۶۷)۔ علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہل کوفہ تھے (صواعق محرقہ ص ۱۱۷) ابن جریر کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوفہ میں ایک دو گھر کے

علاوہ کوئی شیعہ نہ تھا (طبری) حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآہونے کے لیے تفحص حالات کی خاطر جناب مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا۔

مکہ معظمہ میں امام حسین کی جان نہ بچ سکی

یہ واقعہ ہے کہ امام حسین مدینہ منورہ سے اس لے عازم مکہ ہوئے تھے کہ یہاں ان کی جان بچ جائے گی لیکن آپ کی جان لینے پر ایسا سفاک دشمن تلاہواتھا جس نے مکہ معظمہ اور کعبہ محترمہ میں بھی آپ کو محفوظ نہ رہنے دیا اور وہ وقت آگیا کہ امام حسین مقام امن کو محل خوف سمجھ کر مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور قریب تھا کہ آپ کو عالم حج و طواف میں قتل کر دیں۔

امام حسین کو جیسے ہی سازش کا پتہ لگا، آپ نے فوراً حج کو عمرہ منفردہ سے بدلا اور ۸ / ذی الحجہ ۶۰ھ کو جناب مسلم کے خط پر بیہوش کر کے عازم کوفہ ہو گئے ابھی آپ روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ اعزاء و اقربانے کمال ہمدردی کے ساتھ التوائے سفر کوفہ کی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ گرچیونٹی کے بل میں بھی چھپ جاؤں تو بھی ضرور قتل کیا جاؤں گا اور سنو میرے نانا نے فرمایا ہے کہ حرمت مکہ ایک دنبہ کے قتل سے برباد ہوگی میں ڈرتا ہوں کہ وہ دنبہ میں ہی نہ قرار پاؤں میری خواہش ہے کہ میں مکہ سے باہر چاہے ایک ہی بالشت پر کیوں نہ ہوں قتل کیا جاؤں گا (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۲۰، منابع المودۃ ص ۲۳۷، صواعق محرقہ ص ۱۱۷)۔

یہ واقعہ ہے کہ کہ یزید کا ارادہ بہر صورت امام حسین کو قتل کرنا اور استیصال بنی فاطمہ تھا۔ (کشف الغمہ ص ۸۷)

یہی وجہ ہے کہ جب امام حسین کے مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کی اطلاع والی مکہ عمر بن سعید کو ہوئی تو اس نے پوری طاقت سے آپ کو واپس لانے کی سعی کی اور اسی سلسلہ میں اسی نے یحی بن سعید ابن العاص کو ایک گروہ کے ساتھ آپ کو روکنے کے لیے بھیج دیا "فقالوا لہ انصرف این تذهب" ان لوگوں نے آپ کو روکا اور کہا کہ آپ یہاں سے کہاں نکلے جارہے ہیں فوراً لوٹیں، آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہ روکنا معمولی نہ تھا بلکہ ایسا تھا جس میں مار پیٹ کی بھی نوبت آئی (دمعۃ ساکبۃ ص ۳۱۶) مقصد یہ ہے کہ والی مکہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسین اس کے حدود اقتدار سے نکل جائیں اور یزید کے منشاء کو پورا نہ کر سکے کیونکہ اس کے پیش نظر والی مدینہ کی برطرفی یا تعطل تھا، وہ دیکھ چکا تھا کہ حسین کے مدینہ سے سالم نکل آنے پر والی مدینہ برطرف کر دیا گیا تھا۔

امام حسین کی مکہ سے رونگی

الغرض امام حسین اپنے جملہ اعزاء و اقرباء اور انصار جان نثار کو ہمراہ لے کر جن کی تعداد بقول امام شہنجدی ۸۲ تھی مکہ سے روانہ ہو گئے آپ جس وقت منزل صفاح پر پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے آ رہا تھا استفسار پر اس نے بتایا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہوں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں آپ نے اپنی روانگی کے وجوہ بیان فرمائے اور آپ وہاں سے آگے بڑھے پھر منزل حاجز کے ایک چشمہ پر اترے وہاں عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی کوفیوں کی بے پروائی کا ذکر کیا، اس کے بعد آپ منزل بطن الرمہ پہنچے اور وہاں سے منزل ذات العرق میں ڈیرہ ڈالا، وہاں شخص بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی کوفیوں کی غداری کا تذکرہ

کیا۔

پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے ایک مقام پر ایک خیمہ نصب دیکھا پوچھا اس جگہ کون ٹہرا ہے معلوم ہو کہ زبیر ابن یقین، آپ نے انہیں بلوایا، جب وہ آئے تو آپ نے اپنی حمایت کا ذکر کیا انہوں نے قبول کر کے اپنی بیوی کو بروائے اپنے بھائی کے ہمراہ گھر روانہ کر دیا اور خود امام حسین کے ساتھ ہو گئے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل ”زبالہ“ میں پہنچے وہاں آپ کو حضرت مسلم وہابی اور محمد بن کثیر اور عبداللہ بن یقظہ جیسے دلیروں کی شہادت کی خبر ملی آپ نے اناللہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور داخل خیمہ ہو کر حضرت مسلم کی بچیوں کو کمال محبت کے ساتھ پیار کیا اور بے انتہا روئے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا قتل یقینی ہے، میں تم لوگوں کی گردنوں سے طوق بیعت اتارے لیتا ہوں تمہارا جد ہرجی چاہے چلے جاؤ، دنیا دار تو واپس ہو گئے، لیکن سب دیندار ہم رکاب ہی رہے۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل قصر بنی مقاتل پر اترے وہاں عبداللہ ابن حرجعی سے ملاقات ہوئی آپ کے اصرار کے باوجود وہ بقول واعظ کاشفی آپ کے ہم رکاب نہ ہوا پھر منزل ثعلبیہ پر پہنچے، وہاں جناب زینب کی آغوش میں سر رکھ کے سو گئے خواب میں رسول خدا کو دیکھا کہ وہ ہلارہے ہیں آب رو پڑے، ام کلثوم نے سبب گریہ پوچھا آپ نے خواب کا حوالہ دیا اور خاندان کی تباہی کا تاثر ظاہر فرمایا، علی اکبر نے عرض کی بابا ہم حق پر ہیں ہمیں موت سے ڈرنہیں۔

اس کے بعد آپ نے منزل قطقطنیہ پر خطبہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو کر قبیلہ بنی سکون میں ٹہرے آپ کی یہاں سکونت کی اطلاع ابن زیادہ کودی گئی اس نے ایک ہزار یادو ہزار کے لشکر سمیت حربن یزید ریاحی کو امام حسین کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا امام حسین اپنی قیام گاہ سے نکل کر کوفہ کی طرف بدستور روانہ ہو گئے راستے میں بنی عکرمہ کا ایک شخص ملا، اس نے کہا قادیسیہ سے غدیب تک ساری زمین لشکر سے پٹی پڑی ہے آپ نے اسے دعائے خیر دی اور خود آگے بڑھ کر ”منزل شراف“ پر قیام کیا وہاں آپ نے محرم ۶۱ ھ کا چاند دیکھا اور آپ رات گزار کر علی الصباح روانہ ہو گئے۔

حربن یزید ریاحی صبح کا وقت گزرا دوپہر آئی لشکر حسین بادیہ پیمائی کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک صحابی حسین نے تکبیر کہی لوگوں نے سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے کوفہ کی سمت خرمے اور کیلے کے درخت جیسے نظر آ رہے ہیں یہ سن کر لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ س جنگل میں درخت کہاں، اس طرف غور سے دیکھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی کنوتیاں نظر آئیں امام نے فرمایا کہ دشمن آ رہے ہیں لہذا منزل ذو خشب یا ذو حسم کی طرف مڑ چلو، لشکر حسین نے رخ بدلا اور لشکر حرنے تیز رفتاری اختیار کی بالآخر سامنے آپہنچا اور بروایت لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا یہ دیکھ کر حضرت عباس آگے بڑھے اور فرمایا تیری ماں تیرے ماتم ماتم میں بیٹھے ”ماترید“ کیا چاہتا ہے (مائتین) ص ۱۸۳۔

مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ لشکر حریپاس سے بے چین تھا اس لیے ساقی کوثر کے فرزند نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ حر کے سواروں اور سواری کے جانوروں کو اچھی طرح سیراب کر دو، چنانچہ اچھی طرح سیرابی کردی گئی اس کے بعد نماز ظہر کی اذان ہوئی حرنے امام حسین کی قیادت میں نماز ادا کی اور یہ بتایا کہ ہمیں آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم آپ کو ابن زیاد کے دربار میں حاضر کریں، امام حسین نے فرمایا کہ میرے جیتے جی یہ ناممکن ہے کہ میں گرفتار ہو کر خاموشی کے ساتھ کوفہ میں قتل کر دیا جاؤں۔

پھر اس نے تنہائی میں رائے دی کہ چپکے سے رات کے وقت کسی طرف نکل جائیے آپ نے اس کی رائے کو پسند کیا اور ایک راستے پر آپ چل پڑے جب صبح ہوئی تو پھر حر کو تعاقب کرتے دیکھے اور پوچھا کہ اب کیا بات ہے اس نے

کہامولاکسی جاسوس نے ابن زیاد سے غمازی کردی ہے چنانچہ اب اس کا حکم یہ آگیا ہے کہ میں آپ کو بے آب و گیاہ جنگل میں روگ لوں گفتگو کے ساتھ ساتھ رفتاری بھی جاری تھی کہ ناگاہ امام حسین کے گھوڑے نے قدم روکے، آپ نے نے لوگوں سے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں کہا گیا کہ بلا آپ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ یہیں پر ڈیرے ڈال دو اور یہیں خیمے لگا دو کیونکہ قضائے الہی یہیں ہمارے گلے ملے گی (نورالابصار ص ۱۱۷، مطالب السؤل ص ۲۵۷، طبری جلد ۳ ص ۲۰۷، کامل جلد ۲ ص ۲۶، ابوالفداء ج ۲ ص ۲۰۱، دمعة ساکبة ص ۳۳۰ اخبار الطوال ص ۲۵۰، ابن الوردی جلد ۱ ص ۱۷۲، ناسخ جلد ۶ ص ۲۱۹، بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۸۶)۔

کربلا میں ورود

۲/ محرم الحرام ۶۱ھ یوم پنجشنبہ کو امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہو گئے نورالعین ص ۲۶ حیوة الحیوان جلد ۱ ص ۵۱ مطالب السؤل ص ۲۵۰، ارشاد مفید، دمعة ساکبة ص ۳۲۱۔

واعظ کاشفی اور علامہ اربلی کا بیان ہے کہ جیسے ہی امام حسین نے زمین کربلا پر قدم رکھا زمین کربلا زرد ہو گئی اور ایک ایسا غبار اٹھا جس سے آپ کے چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے، یہ دیکھ کر اصحاب ڈر گئے اور جناب ام کلثوم رونے لگیں (کشف الغمہ ص ۶۹ روضة الشهداء ص ۳۰۱)۔

صاحب مخزن البکال کہتے ہیں کہ کربلا پر ورود کے فوراً بعد جناب ام کلثوم نے امام حسین سے عرض کی، بھائی جان یہ کیسی زمین ہے کہ اس جگہ ہمارے دل دھل رہے ہیں امام حسین نے فرمایا بس یہ وہی مقام ہے جہاں بابا جان نے صفین کے سفر میں خواب دیکھا تھا یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا، کتاب مائین میں ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے ایک بیری کے درخت سے مسواک کے لیے شاخ کاٹی تو اس سے خون تازہ جاری ہو گیا۔

امام حسین کا خط اہل کوفہ کے نام

کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اتمام حجت کے لیے اہل کوفہ کے نام قیس ابن مسہر کے ذریعہ سے ایک ارسال فرمایا، جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تمہاری دعوت پر میں کربلا تک آ گیا ہوں، الخ۔ قیس خط لیے جارہے تھے کہ راستے میں گرفتار کر لیے گئے اور انہیں ابن زیاد کے سامنے کوفہ لے جا کر پیش کر دیا گیا، ابن زیاد نے خط مانگا قیس نے بروایت چاک کر کے پھینک دیا اور بروایت خط کو کھالیا ابن زیاد نے انہیں بضرب تازیانہ شہید کر دیا (روضۃ الشهداء ص ۳۰۱، کشف الغمہ ص ۶۶)۔

عبداللہ ابن زیاد کا خط امام حسین کے نام

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسین کے کربلا پہنچنے کے بعد حرنے ابن زیاد کو آپ کی رسیدگی کربلا کی خبر دی اس نے امام حسین کو فوراً ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا کہ مجھے یزید نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس کے لیے بیعت لے لوں، یا آپ کو قتل کر دوں، امام حسین نے اس خط کا جواب نہ دیا ”القاہ من یدہ“ اور اسے زمین پر پھینک دیا (مطالب السؤل ص ۲۵۷، نورالابصار ص ۱۱۷)۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن حنفیہ کو اپنے کربلا پہنچنے کی ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی اور تحریر فرمایا کہ

میں نے زندگی سے ہاتھ دھولیا ہے اور عنقریب عروس موت سے ہم کنار ہو جاؤں گا (جلاء العیون ص ۱۹۶)۔

حضرت امام حسین میدان جنگ میں

جب آپ کے بہتر اصحاب و انصار اور بنی ہاشم قربان گاہ اسلام پر چڑھ چکے تو آپ خود اپنی قربانی پیش کرنے لیے میدان کارزار میں آپہنچے، لشکر یزید جو ہزاروں کی تعداد میں تھا، اصحاب با وفا اور بہادران بنی ہاشم کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکا تھا امام حسین جب میدان میں پہنچے تو دشمنوں کے لشکر میں تیس ہزار سوار و پیادے باقی تھے، یعنی صرف ایک پیاسے کوتیس ہزار دشمنوں سے لڑنا تھا (کشف الغمہ)۔ میدان میں پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے دشمنوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے کہا:

”اے ظالمو! میرے قتل سے باز آؤ، میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو، تم جانتے ہو میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں، میرے با با علی سابق الاسلام ہیں، میری ماں فاطمہ الزہرا تمہارے نبی کی بیٹی ہیں اور تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول اللہ نے مجھے اور میرے بھائی حسن کو سردار جوانان بہشت فرمایا ہے، افسوس تم اپنے نبی کی ذریت اور اپنے رسول کی آل کا خون بہاتے ہو اور میرے خون ناحق پر آمادہ ہوتے ہو، حالانکہ نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے نہ کسی کا مال چھینا ہے کہ جس کے بدلے میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو، میں تو دنیا سے بے تعلق اپنے نانا رسول کی قبر پر مجاور بیٹھا تھا تم نے مجھے ہدایت کے لیے بلایا اور مجھے نہ نانا کی قبر پر بیٹھنے دیا نہ خدا کے گھر میں رہنے دیا، سنو اب بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کا موقع دے دو، کہ میں نانا کی قبر پر جا بیٹھوں یا خانہ خدام میں پناہ لے لوں۔

اس کے بعد آپ نے اتمام حجت کے لیے عمر سعد کو بلایا اور اس سے فرمایا تم میرے قتل سے باز آؤ ۲۔ مجھے پانی دیدو ۳۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر میرے مقابلہ کے لیے ایک ایک شخص کو بھیجو۔ اس نے جواب دیا آپ کی تیسری درخواست منظور کی جاتی ہے اور آپ سے لڑنے کے لیے ایک ایک شخص مقابلہ میں آئے گا۔ (روضۃ الشهداء)۔

امام حسین کی نبرد آزمائی

معاہدہ کے مطابق آپ سے لڑنے کے لیے شام سے ایک ایک شخص آنے لگا اور آپ اسے فنا کے گھاٹ اتارنے لگے سب سے پہلے جوشخص مقابلہ کے لیے نکلا وہ ثمیم ابن قحطبہ تھا آپ نے اس پر برق خاٹف کی طرف حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کر ڈالا، یہ سلسلہ جنگ تھوڑی دیر جاری رہا اور مدت قلیل میں کشتوں کے پشتے الگ گئے اور مقتولین کی تعداد حد شمار سے باہر ہو گئی یہ دیکھ کر عمر سعد نے لشکر والوں کو پکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر یکبارگی حملہ کردو، یہ علی کاشیرے اس سے انفرادی مقابلہ میں کامیابی قطعاً ناممکن ہے، عمر سعد کی اس آواز نے لشکر کے حوصلے بلند کر دیئے اور سب نے مل کر یکبارگی حملہ کا فیصلہ کیا آپ نے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا آپ کے پہلے حملہ میں ایک ہزار نو سو پچاس دشمن قتل ہوئے اور میدان خالی ہو گیا ابھی آپ سکون نہ لینے پائے تھے کہ اٹھائیس ہزار دشمنوں نے پھر حملہ کر دیا، اس تعداد میں چار ہزار کمانڈر تھے اب صورت یہ ہوئی کہ سورا، پیادے اور کمانڈروں نے ہم آہنگی و عمل ہو کر مسلسل اور متواتر حملے شروع کر دیئے اس موقع پر آپ نے جوش جاعت کا جوہر دکھلایا اس کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ سر برسنے لگے دھڑکنے لگے، اور آسمان تھر تھرایا

زمین کانپی، صفیں الٹیں، پرے درہم برہم ہو گئے۔

اللہ رہے حسین کا وہ آخری جہاد
ہر وار پر علی ولی دے رہے تھے داد

کبھی میسرہ کوالٹتے ہیں، کبھی میمنہ کوتوڑتے ہیں، کبھی قلب لشکر میں درآتے ہیں کبھی جناح لشکر پر حملہ فرماتے ہیں شامی کٹ رہے ہیں کوفی گر رہے ہیں لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں حملے کرتے ہوئے فوجوں کو بھاگاتے ہوئے نہر کی طرف پہنچ جاتے ہیں بھائی کی لاش ترائی میں پڑی نظر آتی ہے آپ پکار کر کہتے ہیں اے عباس تم نے یہ حملے نہ دیکھے، یہ صف آرائی نہ دیکھی افسوس کہ تم نے میری تنہائی نہ دیکھی علامہ اسفرائی کا کہنا ہے کہ امام حسین دشمنوں پر حملہ کرتے تھے، تولشکر اس طرح سے بھاگتا تھا جس طرح ٹڈیاں منتشر ہو جاتی ہیں نورالعین میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ امام حسین بہادر شیر کی طرح حملہ فرماتے اور صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے اور دشمنوں کو اس طرح کاٹ کر پھینک دیتے تھے جس طرح تیز دھار آلہ سے کھیتی کٹی ہے۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ آنحضرت حملہ گراں افگندہر کہ بادکوشید شربت مرگ نوشید و بہر جانب کہ تاخت گردے را بخاک انداخت، کہ آپ عظیم الشان حملہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا جو آپ کے سامنے آتا تھا، شربت مرگ سے سیراب ہوتا تھا اور آپ جس جانب حملہ کرتے تھے گروہ کے گروہ کو خاک میں ملا دیتے تھے (کشف الغمہ ص ۷۸)۔

مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کو یوم عاشورادہانے اور بائیں دونوں جانب سے گھیر لیا گیا تو آپ نے دائیں جانب حملہ کر کے سب کو بھاگادیا پھر پلٹ کر بائیں جانب حملہ کرتے ہوئے آئے تو سب کو مار کر ہٹا دیا خدا کی قسم حسین سے بڑھ کر کسی شخص کو ایسا قوی دل ثابت قدم، بہادر نہیں دیکھا گیا جو شکستہ دل ہو، صدمہ اٹھائے ہوئے، بیٹوں، عزیزوں اور دوست، احباب کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو، اور پھر حسین کی سی ثابت قدمی اور بے جگری سے جنگ کرسکے، بخدادشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے حسین کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں کے گلے شیر کے حملہ سے بھاگتے ہیں حسین جنگ کر رہے تھے "اذا خرجت زینب" کہ جب جناب زینب خیمہ سے نکل آئیں اور فرمایا کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اے عمر سعد تو دیکھ رہا ہے اور عبداللہ قتل کئے جارہے ہیں، یہ سن کر عمر سعد روپڑا، آنسو ڈاڈھی پر بہنے لگے، اور اس نے منہ پھیر لیا، امام حسین اس وقت خزکاجہ پہنے ہوئے تھے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا اور رسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے، حسین نے گھوڑے سے گر کر بھی اسی طرح جنگ فرمائی جس طرح جنگ جو بہادر سوار جنگ کرتے ہیں تیروں کا مقابلہ کرتے تھے حملوں کو روکتے تھے اور سواروں کے پیروں پر حملہ کرتے تھے اور کہتے تھے، اے ظالمو! میرے قتل پر تم نے ایسا کر لیا ہے قسم خدا کی تم میرے قتل سے ایسا گناہ کر رہے ہو جس کے بعد کسی کے قتل سے بھی اتنے گنہگار نہ ہو گے تم مجھے ذلیل کر رہے ہو اور خد مجھے عزت دے رہا ہے اور سنو وہ دن دور نہیں کہ میرا خداتم سے اچانک میرا بدلہ لے گا، تمہیں تباہ کر دے گا تمہارا خون بہائے گا تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۲۰)۔

مسٹر جسٹس کارکن امام حسین کی بہادری کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ کربلا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "دنیا میں رستم کانام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گزرے گئے ہیں کہ ان کے سامنے رستم کانام لینے کے قابل نہیں، چنانچہ اول درجہ میں حسین بن علی ہیں کیونکہ میدان کربلا میں گرم ریت پر اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا ایسا کام کیا ہو، اس کے سامنے رستم کانام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے کسی

کے قلم کو قدرت ہے کہ امام حسین کا حال لکھے کس کی زبان میں طاقت ہے کہ ان بہتر بزرگوں کی ثبات قدمی اور تہود و شجاعت اور ہزروں خونخوار سواروں کے جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہوجانے کے باب میں ایسی مدح کرے جیسی ہونی چاہئے کس کے بس کی بات ہے جو ان پر واقع ہونے والے حالات کا تصور کر سکے، لشکر میں گھر جانے کے بعد سے شہادت تک کے حالات عجیب و غریب قسم کی بہادری کو پیش کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ ایک کی دوا، دوسرا مشہور ہے اور مبالغہ کی یہی حد ہے کہ جب کسی کے حال میں یہ کہاجاتا ہے کہ تم نے چار طرف سے گھیر لیا لیکن حسین اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا چار طرف سے یزیدی فوج جو آندھی کی طرح تیر بربساری تھی، پانچواں دشمن عرب کی دھوپ، چھٹا دشمن ریگ گرم جوتنور کے ذرات کی مانند لودے رہی تھی، اور ساتواں اور آٹھواں دشمن بھوک اور پیاس جو دغا باز ہمارے کے مانند جان لیوا حرکتیں کر رہے تھے پس جنہوں نے ایسے معرکہ میں ہزاروں کافروں کا مقابلہ کیا ہوا ان پر بہادری کا خاتمہ ہو چکا، ایسے لوگوں سے بہادری میں کوئی فوقیت نہیں رکھتا (تاریخ چین دفتر دوم باب ۱۶ جلد ۲)۔

امام حسین عرش زمین سے فرش زمین پر

آپ پر مسلسل وار ہوتے رہے تھے کہ ناگاہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا اس کے فوراً بعد ابو الحنفیہ جعفری ملعون نے جبین مبارک پر تیر مارا آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور پوچھنے کے لیے آپ اپنا دامن اٹھانا ہی چاہتے تھے کہ سینہ اقدس پر ایک تیرسہ شعبہ پیوست ہو گیا، جو زہر میں بجھا ہوا تھا اس کے بعد صالح ابن وہب لعین نے آپ کے پہلو پر اپنی پوری طاقت سے ایک نیزہ مارا جس کی تاب نہ لا کر زمین گرم پر داہنے رخسار کے بل گرے، زمین پر گرنے کے بعد آپ پھر کھڑے ہوئے ورعہ ابن شریک لعین نے آپ کے داہنے شانے پر تلوار لگائی اور دوسرے ملعون نے داہنے طرف وار کیا آپ پھر زمین پر گر پڑے، اتنے میں سنان بن انس نے حضرت کے ”ترقوہ“ ہنسی پر نیزہ مارا اور اس کو کھینچ کر دوسری دفعہ سینہ اقدس پر لگایا، پھر اسی نے ایک تیر حضرت کے گلوئے مبارک پر مارا۔ ان پیہم ضربات سے حضرت کمال بے چینی میں اٹھ بیٹھے اور آپ نے تیر کو اپنے ہاتھوں سے کھینچا اور خون ریش مبارک پر ملا، اس کے بعد مالک بن نسرکندی لعین نے سر پر تلوار لگائی اور درعہ ابن شریک نے شانہ پر تلوار کا وار کیا، حصین بن نمیر نے دہن اقدس پر تیر مارا، ابویوب غنوی نے حلق پر حملہ کیا نصر بن حرشہ نے جسم پر تیر لگائی صالح ابن وہب نے سینہ مبارک پر نیزہ مارا۔ یہ دیکھ کر عمر سعد نے آواز دی اب دیر کیا ہے ان کا سر کاٹ لو، سر کاٹنے کے لیے شیث ابن ربیع بڑھا، امام حسین نے اس کے چہرہ پر نظر کی اس نے حسین کی آنکھوں میں رسول اللہ کی تصویر دیکھی اور کانپ اٹھا، پھر سنان ابن انس آگے بڑھا اس کے جسم میں ریشہ پڑ گیا وہ بھی سر مبارک نہ کاٹ سکا یہ دیکھ کر شمر ملعون نے کہا یہ کام صرف مجھ سے ہو سکتا ہے اور وہ خنجر لیے ہوئے امام حسین کے قریب آکر سینہ مبارک پر سوار ہو گیا آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شمر ہوں، فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا، اس نے کہا، ”اچھی طرح جانتا ہوں“ تم علی وفاطمہ کے بیٹے اور محمد کے نواسے ہو، آپ نے فرمایا پھر مجھے کیوں ذبح کرتا ہے اس نے جواب دیا اس لیے کہ مجھے یزیدی کی طرف سے مال و دولت ملے گا (کشف الغمہ ص ۷۹)۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو یاد فرمایا اور سلام آخری کے جملے ادا کئے۔

جب آپ اس کی شقی القلبی کی وجہ سے مایوس ہو گئے تو فرمانے لگے اے شمر مجھے اجازت دیدے کہ میں اپنے خالق کی آخری نماز عصر ادا کر لوں اس نے اجازت دی آپ سجدہ میں تشریف لے گئے (روضۃ الشهداء ص ۳۷۷)

اور شمر نے آپ کے گلو مبارک کو خنجر کے بارہ ضربوں سے قطع کر کے سراق قدس کو نیزہ پر بلند کر دیا حضرت زینب خیمہ سے نکل پڑیں، زمین کانپنے لگی، عالم میں تاریکی چھا گئی، لوگوں کے بدن میں کپکپی پڑ گئی، آسمان خون کے آنسو رونے لگا جوشفق کی صورت سے رہتی دنیا تک قائم رہے گا (صواعق محرقہ ص ۱۱۶)۔

اس کے بعد عمر سعد نے خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ہاتھوں سر مبارک کربلا سے کوفہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا (الحسین از عمر بن نصر ص ۱۵۲) امام حسین کی سربردگی کے بعد آپ کالباس لوٹا گیا، اخنس بن مرتد عمامہ لے گیا اسحاق ابن حشوہ قمیص، پیرا بن لے گیا، ابجر بن کعب پائجامہ لے گیا اسود بن خالد نعلین لے گیا عبداللہ ابن اسید کلاہ لے گیا، بجدل بن سلیم انگشتی لے گیا قیس بن اشعث پٹکالے لے گیا عمر بن سعد زرہ لے گیا جمیع بن خلق ازدی تلوار لے گیا اللہ رے ظلم ایک کمر بند کے لیے جمال معلون نے ہاتھ قطع کر دیا ایک انگوٹھی کے لیے بجدل نے انگلی کاٹ ڈالی۔

اس کے بعد دیگر شہداء کے سر کاٹے گئے اور لاشوں پر گھوڑوں دوڑانے کے لیے عمر سعد نے لشکریوں کو حکم دیا اس افراد اس اہم جرم خدائی کے لیے تیار ہو گئے جن کے نام یہ ہیں کہ اسحاق بن حویہ، اطنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح، رجا بن منقذ، سالم بن خثیمہ صالح بن وہب، واعظ بن تاغم، ہانی مثبت، اسید بن مالک، تورایخ میں ہے کہ ”فداسوا الحسین بحوافر خیولہم حتی رضوا ظہرہ و صدرہ“ امام حسین کی لاش کو اس طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا کہ آپ کا سینہ اور آپ کی پشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب ان لوگوں نے چاہا کہ جسم کو اس طرح پامال کر دیں کہ بالکل ناپید ہو جائے تو جنگل سے ایک شیر نکلا اور اس نے بچالیا (دمعة ساکبة ص ۳۵۰) علامہ ابن جریم کی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد وہ مٹی جو رسول خدامدینہ میں ام سلمہ کودے گئے تھے خون ہو گئی (صواعق محرقہ ۱۱۵) اور رسول خدا، ام سلمہ کے خواب میں مدینے پہنچے ان کی حالت یہ تھی وہ بال بکھرائے ہوئے خاک سر پر ڈالے ہوئے تھے ام سلمہ نے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا ”شہد قتل الحسین انفا“ میں ابھی ابھی حسین کے قتل گاہ میں تھا اور اپنی آنکھوں سے اسے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۳۰۶، مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۱۹، تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۵۶، ذخائر العقبی ص ۱۲۸)۔